International Journal of Applied Research 2018; 4(4): 258-259

ISSN Print: 2394-7500
ISSN Online: 2394-5869
Impact Factor: 5.2
IJAR 2018; 4(4): 258-259
www.allresearchjournal.com
Received: 11-02-2018
Accepted: 12-03-2018

Dr. Pushpendra Kumar Nim
Assistant Professor,
Department of Urdu
Zakir Husain Delhi College
University of Delhi,
New Delhi, India

Correspondence
Dr. Pushpendra Kumar Nim
Assistant Professor,
Department of Urdu Zakir
Husain Delhi College
University of Delhi,
New Delhi, India

پشپیندر کمار نم سر سید احمد خان بحیثیت نثر نگار

Dr. Pushpendra Kumar Nim

سر سید کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مذہبی، سیاسی، تااریخی اور علمی مو ضو عات پر کتابیں لکھیں۔ صحافت کے ذریعے قو م کے تن مردہ میں روح پھونکی۔فکرو شعور کی تشکیل اور تہذیبی اقدار کو فروغ دینے کے لیے گراں قدر مقالے لکھے۔ بعد کو تفریح طبع کا سامان بنانے کے بجائے ایک اعلیٰ مقصد کے آلہ کار کی حیثیت دی اور اسے ایک ویژن اور وقار بخشا اور مسائل حاضرہ،زندگی کی ٹھوس حقیقتوں اور علمی مو ضو عات سے رو شناس کرایا۔ انہوں نے مختلف مو ضو عات سے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں’’ خطبات احمدیہ‘‘،’’ آثار الصنادید‘‘، ’’تاریخ سر کشیِ بجنور‘‘ اور’’ اسباب بغاوت ہند‘‘ خصو صیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔یہ تمام کتابیں علمی و تحقیقی مواد اور اپنے منطقی طرز استدلال کی وجہ سے کا فی اہم سمجھی جاتی ہیں۔ سر سید نے اپنی تحریروں میں وزن اور وقار پیدا کرنے کے لیے دلا ئل و برا ہین کا سہارا لیا ہے۔

اردو نثر کے ارتقا میں سر سید کا بڑا گراں قدر حصہ ہے۔انہوں نے اردو کو علمی زبان بنانے میں اپنے عہد میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ بقول علامہ شبلی:

’’ جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ ان کی اصلاح کی بدو لت ذرہ سے آفتاب بن گئی ان میں اردو لٹریچر بھی ہے، سر سید ہی کی بدو لت اردواس قابل ہوئی کہ عشق اور عاشقی کے دائرے سے نکل کر ملکی سیاسی، اخلاقی، تاریخی ہر قسم کے مضا مین اس زور اور اثر و وسعت و جامعیت ،سادگی اور صفائی سے ادا کرسکتی ہے کہ خود اس کی استاد یعنی فارسی زبان کو آ ج تک یہ بات نصیب نہیں۔‘‘

سر سید کی ابتدا ئی تصانیف میں کہیں کہیں طرز تحریر نا ہموار، مغلق،پیچیدہ، اور سپاٹ ہو گیا ہے۔ قدیم طرز کی ابتدائی کی وجہ سے مقفع و مسجع عبارتیں بھی نظر آتی ہیں۔لیکن جلد ہی مغربی اثرات اور زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات نے ان کے دل میں مقفی و مسجع نثر لکھنے کی طرف سے بد دلی پیدا کردی اوردور ازکار تشبیہات اورصنائع و بدائع سے آراستہ عبارت لکھنے کے بجائے سادہ و دلنشیں طریقہ تحریر کی طرف توجہ دی اور ان کی تحریروں میں مقصدیت نما یاں ہونے لگی۔ اس طرح انہوں نے ادب میں جدید رجحانات اور افا دی نقطۂ نظر اپنا یا۔ ما ورائی تصورات کے بجائے عقلیت، مادیت اور زندگی کے اجتماعی تصورات کو موضوع سخن بنا کر اردو نثر کے امکانات کو وسعت دی۔ اس طرح سر سید نے اردو ادب کو ایسا ذہن دیا جو ذہنی وسعت ،عقل کی گیرا ئی، فکر کی پختگی اور جذبہ کے خلوص سے مالا مال تھا۔ اس ذہن کی تشکیل و تعمیر میں ان کے رسالے’’ تہذیب الا خلاق‘‘ کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس رسالے کے ذریعے سر سید نے ملک میں ایک خاص علمی و ادبی اور فکری روح پیدا کی۔

اردو ادب کو قومی مفاد اور اجتماعی افکار کا ترجمان بنایا۔مسلمانان ہند کے سوچنے سمجھنے کے انداز میں نمایاں تبدیلی پیدا کی۔معاشرتی و اخلاقی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے بچنے کی تلقین کی۔ جذباتی انداز فکر کی جگہ منطقی انداز فکر اپنا نے پر زور دیا۔اس رسالے سے سر سید وہی کام لینا چاہتے تھے جو انگریز اسپکٹیٹر اور ٹیٹلر سے لے رہے تھے۔ اس کا بنیادی مقصد قومی اخلاق کی تہذیب و اصلاح تھی جس سے ہندوستانیوں کے دلوں میں عزت نفس اور انسانیت پیدا ہو سکے۔ اس رسالے میں سر سید کے علاوہ ان کے رو شن دماغ رفقاء کے مضا مین ہوتے تھے جو سر سید کے خیالات سے متاثر اور ان کی روایت پر خوشگوار اضا فہ کر نے کے لیے کو شاں تھے۔ اس رسالے میں طبع زاد مضامین کے ساتھ ساتھ مغربی خیالات اردو زبان میں ڈھال کر پیش کیے جاتے تھے۔ اس طرح اردو زبان کا دامن

متنوع مضامین سے مالا مال ہو گیا۔ زبان غیر صحت مند جذبات و خیالات کے وسیلہ اظہار بننے کی جگہ مقصدیت کا آلہ کار بن گئی جس سے ادیب اور زندگی کا رشتہ استوار ہوا۔ انہیں خصوصیت کی وجہ سے ’’ تہذیب الاخلاق‘‘ کو نئے خیالات اور جدید رجحانات کا نقطہ آ غاز اور اردو نثر نگاری کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا۔

سر سید کے ادبی کار نامے صرف فکرو نظر کی وسعتوں تک ہی محدود نہیں،انہوں نے اردو زبان کو ایک دلنشیں، سادہ و شگفتہ اسلوب اور لب و لہجہ دیا۔ اس اسلوب کی سب سے بڑی خوبی موضوع اور ہےئت میں ہم آہنگی ہے۔وہ ہر موضوع اور خیال کے لیے مناسب اسلوب اپنا تے ہیں۔ اس کا اسلوب ہر رنگ میں ڈھل جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سر سید احمد خاں ایک منطقی اور عقلیت پسند ذہن کے مالک تھے۔ وہ مذہبی علوم اور اعتقادات کو عقل کے معیار پر تولنا اور انہیں فطرت انسانی کے مطابق دیکھنا چاہتے تھے۔وہ تعلیم کے ذریعے قوم کے اندر روشن خیالی، آزادی فکرو خیال اور حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکنے کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ مذہبی تصورات اور زمانہ کے تحقیقی نظریات کے درمیان پائے جانے والے اختلافات دور کر کے مذہب اور مروجہ فکری رجحانات میں تطابق پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے’’ خطبات احمدیہ‘‘ اور ’’تدین الکلام‘‘ جیسے شاہکار پیش کیے۔ خود قرآن مجید کی تفسیر نئے انداز میں لکھی جس میں ان کی عقلیت، تعبیرات، عام مذہبی معتقدات کے خلا ف ثا بت ہوئیں جس کی وجہ سے انہیں معلون اور ہدف تنقید بننا پڑا۔ سر سید کی تحریروں میں عقل کی حددرجہ بالا دستی نظرآ تی ہے۔ دلا ئل و براہین کی کثرت سے ادبی حسن بری طرح متاثر نظرآ تا ہے۔ ادب کا افا دی و معنوی نقطۂ نظر اپنی جگہ مسلم لیکن اگر ادب پر وہ حاوی ہو جائے تو ادبی حسن یقیناًمجروح ہو گا جس کا احساس ہمیں سرسید کی تحریروں میں اکثر ہو تا ہے کہ ادبیت مقصدیت کے بو جھ کے نیچے دبی سی رہتی ہے۔

اردو زبان کے دامن کو وسیع کرنے کے لیے سر سید نے مغربی ادب کا سہارا لیا۔ مغربی افکار کو اردو زبان میں پیش کیا۔ وہ انگریزی کے الفاظ بھی کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ الفاظ اردو زبان کے مزاج سے میل نہیں کھاتے اور جملے کے آہنگ میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان خا میوں کے با وجود سر سید کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ انہوں نے اردو ادب میں صحت مند فکری عناصر دا خل کیے اور اسے تازہ ادبی رجحانات سے رو شناس کرایا۔ ادب میں افا دی نقطۂ نظر پیدا کر کے زندگی سے اس کا رشتہ استوار کیا۔